آزاد حسین کا پہلا اردو سفرنامہ "نئی دیوارِ چین"

محمد شہزاد ساجد☆

Abstract:

Travelogue is an account of some trip taken to certain place or country.It is not a document but it has a documentary importance as writer provides first hand knowledge of people and places." New China Wall" is an account of writers travel to new China after Communist revolution,. Being very first travelogue of New China it is important.Writer claims to be non political and indifferent to any political theory or agenda and presents an eye witness of enthussism of Chinese people.He found Chinese farmers and women real founders of new China.He very proudly narrates his hand shake with the great leader Moutze Tung.China has been major interest of invaders since antiquity but now it is only for Chinese.Education and social life is being given importance in new china as it is base of progress.

اردو میں آزاد چین کا پہلا سفرنامہ ہونے کی وجہ سے "نئی دیوارِ چین" کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ چینی انقلاب (۱۹۴۹ء) کی دوسری سالگرہ کے جشن میں شرکت کرنے کے لیے ابراہیم جلیس چین گئے۔ وہ حکومت چین کی دعوت پر وہاں پہنچے۔ مصنف نے اپنی تصنیف کے بارے میں اور جس نقطۂ نظر سے انھوں نے چین کا سفر کیا اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ دراصل ایک سفرنامہ ہے۔ اس کی کوئی سیاسی یا ادبی اہمیت اس لیے نہیں ہے کہ میں نے کسی جانبدار سیاست دان، یا کوئی مخصوص قسم کے خیالات رکھنے والے، ادیب کی حیثیت سے چین کی زندگی کا مطالعہ نہیں کیا، بلکہ جس طرح الف لیلیٰ کا ہیرو سندباد جہازی تفریحی سفر کرتا تھا۔ اسی طرح میں نے بھی یہ سفر ایک تفریح کی خاطر اختیار کیا۔ اس لحاظ سے اگر آپ مجھے دورِ حاضر کا سندباد جہازی تصور فرمائیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔" (۱)

☆ لیکچرار گورنمنٹ کالج، بھکر

سفرنامہ نگار نے چین کی قدیم تاریخ، انقلابات اور جدید چین کی تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ آزادی سے پہلے کا چین تو ایک ہنگامہ خیز سرزمین تھا جہاں آئے دن جنگیں، قتلِ عام، قحط، لوٹ مار اور حملہ آوروں کے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیتی تھیں۔ کبھی جاپانی طیارے چینیوں پر بمباری کرتے تو کبھی امریکا، روس، فرانس اور برطانوی سامراج چین کی لاش کو نوچنے کے لیے آدھمکتے گویا چین سب کا تھا سوائے چینیوں کے۔ چین کے انقلابات کے بارے میں مصنف رقم طراز ہیں:

> ''چین ایک بڑا رنگین ملک ہے۔ آغازِ تاریخ سے اب تک چین نے تین رنگ بدلے ہیں۔ پہلے وہ زرد چین تھا۔ اس کے بعد وہ نیلا چین بنا اور آخر میں وہ سرخ چین بن گیا ہے۔ چین کے پہلے دو رنگ کچے اور ناپائیدار تھے لیکن یہ سرخ رنگ بہت پکا اور پائیدار ہے کیوں کہ یہ رنگ دراصل چین کے ان ہزاروں انقلابی بیٹوں اور بیٹیوں کا لہو ہے جو چین کو زمین کی جنت بنانے کی جدوجہد میں شہید ہو گئے۔''(۲)

کسی بھی قوم کی حیات کشمکشِ انقلاب سے تابندہ و پائندہ ہوتی ہے۔ اور ظلم وستم کی رات جتنی طویل ہوگی حق وانصاف کی صبح اتنی ہی روشن اور چمک دار ہوگی۔ چین پر ہزاروں سال شہنشاہیت کا غلبہ رہا پھر انقلاب ۱۹۱۱ء نے اگرچہ بادشاہت کا خاتمہ کر دیا مگر پھر بھی چینی عوام کامل آزادی کے ثمرات سے فیض یاب نہ ہو سکے۔ جنرل چیانگ کائی شیک اور دوسرے جاگیرداروں نے عوام الناس کا جینا دوبھر کیے رکھا۔ چین کو کامل آزادی ماؤزے تنگ کی قیادت میں سرخ فوج نے (۱۹۴۹ء) میں دلائی۔ لانگ مارچ کے دوران سرخ فوج نے جرأت و بہادری کی روشن مثالیں قائم کیں۔ ابراہیم جلیس کے بقول:

> ''جنگ کے زمانے میں کمیونسٹ فوجیوں نے اپنی خوراک کا راشن اپنی مرضی سے آدھا کر دیا تھا۔ وہ آدھے پیٹ لڑتے رہے کیوں کہ انھیں تنخواہ کا خیال نہیں تھا۔ چین کا خیال تھا۔ انھیں چاندی سونے کی ہوس نہیں تھی صرف چین کی زندگی مطلوب تھی۔ سرخ فوج اتحاد، تنظیم اور عمل کا بہترین نمونہ تھی۔''
> (۳)

مصنف نے اشتراکی انقلاب کے فوراً بعد چین کا سفر کیا۔ اس لیے عوام الناس میں وہ جوش اور ولولے کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا جس نے چینیوں کو آزادی کی فرحت بخش فضا بخشی تھی۔ عوام کے اس جوش وخروش کا ذکر دلچسپی سے کیا گیا ہے۔ چینی اپنے مستقبل کی ترقی کے لیے جو منصوبہ بندی کر رہے تھے اس کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ''انقلاب کی سالگرہ'' میں چینی عوام کے ولولے اور ذوق وشوق کی تصویر کشی خوبصورت انداز میں کی گئی ہے جشنِ آزادی کی یہ تقریبات ''تیان من اسکوائر'' میں منعقد کی گئیں اس میدان کے متعلق سفرنامہ نگار رقم طراز ہیں:

> ''پہلے اس میدان میں غیر ملکی سفارت خانوں کی عمارتیں تھیں جو دراصل چین اور چینی عوام کو لوٹنے اور ان کا شکار کرنے کے لیے کمین گاہوں اور مچانوں کا کام دیتی تھی۔ اب ان ظلم گھروں کو ڈھا کر عوام کے اجتماعات کے لیے ایک وسیع میدان بنا دیا گیا ہے۔''(۴)

مصنف نے چین کے عظیم رہنما "ماوزے تنگ" سے ملاقات کا بیان بڑے فخر اور خوشی سے کیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو خوش قسمت انسان تصور کرتے ہیں کہ انھیں ماؤ سے مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ وہ لکھتے ہیں:

"وہ لمحات میری زندگی کے سنہری لمحات ہیں۔ ناقابلِ فراموش اور حاصلِ زندگی لمحات جب میں دنیا کے عظیم الشان انسان ماوزے تنگ کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔ اس سے میرا تعارف کرایا تھا اس کے پارس جیسے ہاتھ سے ہاتھ ملایا تھا.... خوشی اور فخر سے میرا برا حال تھا۔ اور میں اپنے داہنے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا جسے اس ہاتھ کا لمس محسوس ہوا جس ہاتھ نے دنیا کی سب سے بڑی قوم کی تقدیر بدل ڈالی ہے۔"

(۵)

ابراہیم جلیس نے چین کی سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہ بتاتے ہیں کہ چین میں بچوں کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیوں کہ یہی مستقبل میں ملک کی ترقی کے ضامن ہیں۔ انھیں اسکول میں صاف ستھرا ماحول مہیا کیا جاتا ہے اور وطن سے محبت کی تلقین کی جاتی ہے۔ جسمانی سزا قانوناً منع ہے۔ انھیں ملک، انسانیت اور امنِ عالم سے محبت کی تعلیم دی جاتی ہے ان کی جسمانی صحت کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا ہے۔ انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر بچے کے جسم میں ایک تنومند، سلیقہ شعار اور دانشور پرورش پا رہا ہے۔

چین میں عورت ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہے اور مردوں کے شانہ بشانہ ملکی ترقی میں اپنا حصہ ڈال رہی ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کا ہم رکاب ہے چینی انقلاب میں عورتوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ سفرنامہ نگار ان سے متاثر دکھائی دیتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں:

"یہ صحیح ہے کہ چین کے انقلاب کی بنیاد کا پہلا پتھر زرعی انقلاب ہے لیکن دوسرا سنگِ بنیاد یقیناً عورت ہے۔ عورت چوں کہ سماجی اور معاشرتی زندگی کی جان ہوتی ہے اس لیے چینی انقلابیوں نے سب سے پہلے چینی کسان سے اور اس کے فوراً بعد چینی عورت سے مصافحہ کیا۔"(۶)

انقلاب ۱۹۴۹ء کے بعد چین میں طلبا کے کردار کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔ آزادی سے پہلے صرف جاگیرداروں اور امیروں کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا تھا مگر اب امیر و غریب سبھی لوگوں کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور انھیں وطن کے وفادار اور پاسبان بنانے کے لیے سیاسی شعور بھی عطا کیا جاتا ہے تا کہ اشتراکی انقلابات کے ثمرات آئندہ نسلوں تک منتقل ہو سکیں۔ ابراہیم جلیس لکھتے ہیں:

"چینی طالب علموں میں خاص طور پر میں نے جو نئی خصوصیت دیکھی ہے وہ ہے ان کا سیاسی شعور۔ جس طرح اپنی تاریخ کے ماضی میں چینی طالب علموں نے انقلاب کی رہنمائی کی تھی اسی طرح اب انقلاب کے بعد چینی طالب علم ملک سے جہالت دور کرنے کی مہم میں مصروف ہو گئے ہیں... انقلاب نے اگر چینی عوام کو جسمانی طور پر آزاد کرایا ہے تو پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تعلیم چینی عوام کو ذہنی طور پر آزاد کرا رہی ہے اور اس لحاظ سے چین کا طالب علم ایک نیا آدم ہے۔"(۷)

سفرنامہ نگار نے چین کی معاشرتی زندگی کو بہت ریب سے دیکھا ہے اور اس پر سیر حاصل بحث بھی کی ہے۔ سیاسی

حالات و معاملات کا ذکر اتنی تفصیل سے نہیں کیا جتنی تفصیل کے ساتھ چین کی ثقافت، معاشرت اور تمدن کا کیا ہے۔ مصنف نے ایسا انداز اختیار کیا ہے کہ چین کی ترقی اور معاشرتی تنظیم سے بہت متاثر ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ چین ان کے لیے ایسا خواب تھا جسے وہ عرصہ دراز سے دیکھتے چلے آ رہے ہیں مگر اس کی تکمیل یا تعبیر اب چین کے دوسرے جشنِ آزادی میں شرکت کر کے ہوئی ہے۔ وہ چین کی عمارت کو چار ستونوں پر استوار دیکھتے ہیں:

> ''نیا چین چار مضبوط ستونوں پر قائم ہے۔ پہلا ستون طالب علم ہے۔ دوسرا ستون مزدور ہے۔ تیسرا ستون کسان ہے اور چوتھا ستون سرخ فوج کا سپاہی ہے۔'' (۸)

سفرنامے میں کہیں کہیں مرصع نثر کے خوبصورت نمونے بھی ملتے ہیں۔ جیسا کہ وہ ہوائی جہاز میں سفر کے دوران منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''فضاؤں میں اندھیرے کے بادل چھدرے ہوتے جا رہے تھے اور مشرق کے افق سے اجالے کا ہلکا ہلکا سپید غبار اڑتا ہوا زمین پر پھیلتا جا رہا تھا۔ میں نے خاک نشینوں کو دیکھنے کی بڑی کوشش کی لیکن بڑی بلندیوں اور اونچائیوں سے دیکھنے والے کے لیے تو انسان اتنا حقیر ہو جاتا ہے کہ نظر بھی نہیں آتا۔'' (۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> ''زمین پر صبح اسی طرح دھیرے دھیرے دبے پاؤں اتر رہی تھی جیسے کوئی محبوبہ چوری چوری شب وصال گزار کر دبے دبے پاؤں چوری چھپے اپنے گھر جا رہی ہو۔'' (۱۰)

چین کے بارے میں اپنے دلی جذبات کی ترجمانی کچھ یوں کی ہے:

> ''صرف ایک جھلک دیکھنے سے کیا ہوتا ہے نگارِ چین! ایک جھلک تو نظروں کی تشنگی اور بڑھا دیتی ہے۔ اپنے رُخِ لالہ فام سے سارا نقاب اٹھا دے تا کہ ذوقِ نظارہ پھر کبھی نہ آنکھیں موندھ سکے!'' (۱۱)

اس سفرنامے سے چین کی آزادی کے فوراً بعد کی زندگی اور حالات و واقعات کا اندازہ ہوتا ہے کہ چینی کس طرح اپنے ملک کی تعمیر و ترقی میں مصروفِ عمل ہیں اور کوشِ پیہم سے معاشرتی تنظیم اور بہترین منصوبہ بندی سے دنیا کی صفِ اوّل کی قوم بننے کی شروعات کر رہے ہیں۔ اسلوبِ بیان کی تازگی نے سفرنامے کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔ ''چین سے محبت زندگی سے محبت ہے'' کے فلسفے پر عمل کرتے ہوئے چینی قوم آج اقوامِ عالم میں سب سے ممتاز نظر آتی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ ابراہیم جلیس۔ **نئی دیوارِ چین**۔ کراچی: ۱۹۵۸ء، ص ۱۰

۲۔ ایضاً ، ص ۲۱

۳۔ ایضاً ، ص ۲۹

۴۔ ایضاً ، ص ۷۸

۵۔ ایضاً ، ص ۷۲

۶۔ ایضاً ، ص ۱۲۳

۷۔ ایضاً ، ص ۱۵۸

۸۔ ایضاً ، ص ۱۷۳

۹۔ ایضاً ، ص ۴۱-۴۲

۱۰۔ ایضاً ، ص ۴۲

۱۱۔ ایضاً ، ص ۵۰